بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا: أَمَّا بَعْدُ:

43-اللہ تعالیٰ کی دو آنکھوں کے ثبوت کا بیان (حصہ دوم)

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے اللہ تعالیٰ کی دونوں آنکھوں کی صفت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان ہے اور ہم پہنچے تھے شیخ ابن عثیمین (رحمہ اللہ) کے اس جملے پر: "قالت المعطلة" (معطلہ نے کہا)۔

معطلہ کہتے ہیں اہل التعطیل کو جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنے والے ہیں اور اُن کا ایک اعتراض ہے اور اعتراض یہ ہے (جیسے پچھلے درس میں میں نے ذکر کیا تھا) کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ہماری آنکھوں میں ہیں) (الطور:48)۔

سلف میں سے بعض سلف نے یہ بھی تفسیر کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والا ہے، "بمرأى منا" یعنی اس سے مراد دیکھنے کی صفت ہے نا کہ خود آنکھ ہے۔

تو اس کے جواب میں یہ بھی بتایا تھا کہ سلف نے جب یہ تفسیر کی ہے لیکن اس سے پہلے بنیادی جو اصل تفسیر ہے (جو اصل معنی ہے آنکھ کا) اس کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بھی ہیں (دو آنکھیں) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان آنکھوں سے دیکھتا بھی ہے، تو اہل سنت والجماعت نے اور سلف نے ان دونوں کو ثابت کیا ہے۔

معطلہ نے کیا کیا ہے اس کے برعکس؟ آنکھ کا انکار کیا ہے کہ آنکھ نہیں ہے (اللہ تعالیٰ کی آنکھیں نہیں ہیں) لیکن ان میں سے بعض معطلہ نے دیکھنے کو قبول کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا تو ہے لیکن بغیر آنکھوں کے (آنکھیں نہیں ہیں)، نہیں ثابت کرتے۔

اور بعض نے اس رؤیت کا بھی انکار کیا ہے کہ دیکھتا ہے بغیر دیکھنے کے، سنتا ہے بغیر سننے کے۔ معتزلہ نے کیا کہا ہے؟

"سميع بلا سمع، عليم بلا علم، بصير بلا بصر" ایسے ہی کہتے ہیں نا!

یہ عجیب سے معمے میں وہ بے چارے بھٹک گئے ہیں!

الغرض، اب ان کا آج کے درس میں جو اعتراض ہے جو ہم نے اس کا جواب بھی دینا ہے: "قالت المعطلة" (معطلہ نے کہا کہ) "أجلبتم علينا بالخيل والرجل في إنكاركم علينا التأويل، وأنتم أولتم فأخرجتم الآية عن ظاهرها، فالله يقول: ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾، فخذوا بالظاهر، وإذا أخذتم بالظاهر، كفرتم، وإذا لم تأخذوا بالظاهر، تناقضتم، فمرة تقولون: يجوز التأويل، ومرة تقولون: لا يجوز التأويل، وتسمونه تحريفاً، وهل هذا إلا تحكم بدين الله؟!"۔

اعتراض یہ ہے معطلہ کا وہ یہ کہتے ہیں کہ: "﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ یہ جو آیت ہے اس کا ظاہر لے لو، تم لوگوں نے بڑا زور و شور مچایا ہوا ہے اور یہ کہتے ہو کہ ظاہر نہیں لینا چاہیے تاویل جائز نہیں ہے اگر اس آیت میں تم ظاہر کو لے لیتے ہو تو پھر اس سے کفر لازم آتا ہے تم کافر ٹھہر جاؤ گے"۔

اور ظاہر سے مراد ان کے نزدیک یہ ہے: "﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھوں میں ہیں کیونکہ فی ظرفیہ کے لیے ہے (وہ کہتے ہیں) اور ظرفیہ کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر ہیں"۔

اگر ظاہر کو لیتے ہیں تو پھر کفر ہے یہ، اگر ظاہر کو نہیں لیتے پھر تاویل سے کام لیتے ہو تاویل کرنی پڑے گی اور یہاں پر تم خود اپنے آپ کو کنٹراڈکٹ (Contradict) کر رہے ہو تناقض سے کام لے رہے ہو، کبھی کہتے ہو تاویل جائز نہیں ہے پھر جب اپنی بات آتی ہے پھر تاویل سے کام لے کر اپنا کام کر لیتے ہو۔ جواب کیا ہے؟

"قلنا"(شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ))"نأخذ بالظاهر، وعلى العين والرأس"(ہم ظاہر کو لیتے ہیں سَر آنکھوں پر)"وهو طريقتنا" (اور یہی ہمارا طریقہ ہے)"ولا نخالفه"(اور اس کی مخالفت بھی نہیں کرتے ہیں)۔

((ہم ظاہر کو لیتے ہیں ہماری سَر آنکھوں پر ہے، یہی ہمارا طریقہ ہے اس کی بالکل مخالفت نہیں کرتے))۔

"قالوا": انہوں نے کہا(معطلہ نے) کہ اس آیت کے ظاہر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں ہیں(انکھ کے اندر ہیں یعنی، نعوذ باللہ)، جیسا کہ آپ کہتے ہیں:"زيد بالبيت، زيد بالمسجد" (زید گھر میں ہے، زید مسجد میں ہے(یعنی گھر کے اندر ہے مسجد کے اندر ہے))، کیونکہ حرف الباء ظرفیہ کے لیے ہے۔

"بالبیت"(یعنی فی البیت)"بالمسجد" (یعنی فی المسجد) ﴿بِأَعْيُنِنَا﴾(يعني في أعيننا) کیا فرق ہے اس میں؟ کوئی فرق نہیں ہے۔اس لیے ظرفیہ کے لیے ہے حرف الباء جو ہے اور اگر تم ظاہر کو لیتے ہو تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر ہیں۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو:"إذا قلتم بهذا كفرتم"تب تو تم کافر ٹھہر جاتے ہو(کافر ہو جاتے ہو) کیونکہ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے لیے ایک جگہ بنالیا ہے اور اس اعتبار سے تم حلولیہ بن چکے ہو(سبحان اللہ)۔

جانتے ہیں حلولیہ؟ حلولیہ کسے کہتے ہیں؟ حلول سے: یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حل ہے، ہر چیز میں اللہ ہے(سبحان اللہ)۔

"وإن لم تقولوا به،تناقضتم؟!"(اگر تم یہ نہیں کہتے تو پھر تناقض ہے تم لوگوں کے اندر(کنٹراڈکشن Contradiction ہے))۔

"قلنا لهم": جواب سنیں ذرا بڑا پیارا جواب ہے، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم ان کو جواب میں یہ کہتے ہیں: "معاذ الله! ثم معاذ الله! ثم معاذ الله!"(اللہ تعالیٰ کی پناہ)"أن يكون ما ذكرتموه ظاهر القرآن"(کہ جو تم نے کہا ہے اب ظاہر قرآن یہی معنی مراد ہے(اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ معنی مراد ہی نہیں ہے جو تم لوگوں نے سمجھا ہے))، اور اگر تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اگر تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ یہی ظاہر ہے قرآن مجید کا"كفرتم"(تب اس سے کفر لازم آتا ہے اور تم کافر ٹھہر جاتے ہو)۔

کیوں وجہ کیا ہے؟"لأن من اعتقد أن ظاهر القرآن كفر وضلال، فهو كافر ضال" (جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ظاہر قرآن کفر اور گمراہی ہے تو پھر وہ کافر اور گمراہ ہے)۔

قرآن مجید میں کہاں کفراور گمراہی کا سبق ہے ممکن ہے کیا؟! جو ہدایت کی کتاب ہے جو ایمان کی اساس اور بنیادی تعلیم جو بنیادی پیغام ہے وہ ایمان ہی کا ہے کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید میں کبھی بھی ذرّے برابر کسی کو یہ خدشہ ہو سکتا ہو کہ قرآن مجید میں کفر یا گمراہی کا کوئی سبق ہو سکتا ہے؟! تم لوگ تو یہ کہہ رہے ہو کہ قرآن مجید کے ظاہر سے کفر اور ضلال ثابت ہوتا ہے یا یہ لازم آتا ہے!

توجو یہ عقیدہ رکھتا ہے وہی خطرے میں ہے! وہ اپنے ایمان کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اس کا ایمان کہاں ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہو؟! ممکن نہیں ہے۔

توسب سے پہلے: ''فأنتم توبوا إلى الله من قولكم''(تم اپنے اس قول سے توبہ کرو)،اور اس قول سے توبہ کرو کہ قرآن مجید کے ظاہر سے یہ بات جو تم نے پکڑی ہے لازم آتا کہ حرف الباء جو ہے ظرفیہ کے لیے ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر ہیں کیونکہ فِی ظرفیہ کے لیے ہے۔

اور اہل لغت کے تمام لوگوں سے پوچھ لیں آپ، چاہے شاعر ہوں یا خطباء ہوں (خطباء دینے والے ہوں)، یا اُن کے جو دانشور اور عالم ہیں (یعنی عربی زبان کی جو مہارت رکھتے ہیں) کیا ایسی عبارت سے کبھی اُن کا یہ مقصد ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم میری آنکھوں میں ہو ''أنت بعيني'': کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی آنکھ کے اندر ہے؟(سبحان اللہ)۔ کسی نے کسی کو آنکھ کے اندر بٹھا کر یعنی پلکیں بند کی ہوئی ہیں یہ مطلب ہو سکتا ہے کبھی؟!

ہم کہتے ہیں نا کہ تم میرے دل میں ہو، فلاں میرے دل میں ہے، فلاں میری آنکھوں میں ہے۔ کہتے ہیں کہ نہیں کہتے؟ عربی زبان میں بھی محاورہ ہے یہ کہتے ہیں ''أنت بعين، أنت بقلبي'' کہتے ہیں لیکن اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ ظرفیہ کے لیے ہے (یہ حرف الباء ظرفیہ کے لیے ہے)۔

''أنت بعين'' یا ''أنت في بقلبي'' یعنی تم میرے دل کے اندر ہو! دل کے پردوں کے اندر جاکر دل کو یعنی چیر کر دل کے اندر بیٹھے ہو! یہ کوئی عقلمند سوچ سکتا ہے کبھی؟! کیا ایسی عبارت میں یہ بات یعنی ممکن تو دور کی بات ہے یعنی کوئی بچہ بھی سوچ سکتا ہے کیا جس کو تھوڑی سی سمجھ ہو؟!

آپ بیٹھے ہیں آپ میرے دل میں ہو اندر بیٹھے ہو دل کے؟! ممکن نہیں ہے (سبحان اللہ)۔

تو اس سے مراد کیا ہے؟ یعنی میں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ میرے دل میں ہو، آپ میری آنکھوں میں ہو، میں آپ کی نگہبانی کرتا ہوں میں آپ کو دیکھتا ہوں آپ کہاں آتے ہو کہاں جاتے ہو کیا کرتے ہو، یعنی میں آپ کی کیئر (Care) کرتا ہوں۔ یہی ہوتا ہے نا یہی معنی ہوتا ہے عام لفظوں میں۔

''فأتم توبوا إلى الله من قولكم'': سب سے پہلے تم توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے تمہارے اس قول سے اور تمام لغت والے ماہرین سے پوچھو اُن کا مقصد اس عبارت سے کیا ہے کہ جس کے بارے میں کہا جائے "تم میری آنکھوں میں ہو" کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ آنکھ کے اندر بیٹھا ہے؟! چاہے جس سے بھی جا کر پوچھ لو زندوں سے یا مردوں سے جا کر پوچھ لو۔

''أحياء وأمواتاً!'' یعنی مردوں سے، اُن کی جو کتابیں موجود ہیں اُن کی کتابوں میں جا کر یہ ثابت کر کے دکھاؤ۔

یعنی کوئی شخص کہے گا کہ مردوں سے کیسے پوچھیں؟! مردے کیا پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں؟ علم چھوڑ کر جاتے ہیں نا کتابیں ہوتی ہیں نا اُن کی۔

عربی مہارت رکھنے والے زندہ یا مردہ کسی سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ ایسی عبارت سے اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں میری آنکھوں میں ہے (عربی زبان میں) اُس سے مراد یہ ہے کہ ''أنت بعيني'' حرف الباء ظرفیہ کے لیے ہے اور وہ آنکھ کے اندر بیٹھا ہے! ممکن نہیں ہے۔

اور آپ بھی اگر عربی لغت کے اسلوب کو اور سیاق وسباق کو دیکھ لیں تو آپ بھی خوب جان لیں گے کہ یہ معنی جو تم لوگوں نے بیان کیا ہے اور ہم پر لازم کیا ہے عربی زبان میں یہ وارد ہی نہیں موجود ہی نہیں یہ معنی اس اعتبار سے اور اس جملے میں۔

اور ہم بات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کے تعلق سے، مخلوق میں تو ممکن نہیں ہے تو خالق میں کیسے ممکن ہے؟! اگر مخلوق کہے نا کہ تم میری آنکھوں میں ہو تو یہ معنی ممکن ہی نہیں ہے تو خالق کے اعتبار سے کیسے تم لوگوں نے اس کے بارے میں سوچا ہے؟!

اور اللہ تعالیٰ کی طرف یہ معنی منسوب کرنا کفر اور منکر ہے اور یہ منکر ''لغة وشرعاً وعقلاً'' لغت کے اعتبار سے، شرع کے اعتبار سے اور عقل کے اعتبار سے منکر ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو پھر حرف الباء کی تم لوگ کیا تفسیر کرتے ہو؟

اب آتے ہیں پچھلے درس میں میں نے کیا کہا تھا؟ایک واجب دیا تھا چھوٹا سا کیا؟ حرف الباء کے معنی جو ہیں۔ دیکھا ہے کسی نے ؟الحمد للہ۔ کتنے ہیں؟ تیرہ نکلے ہیں۔ تیرہ، چودہ، بعض پندرہ بھی کہتے ہیں، تیرہ کم سے کم ہیں۔

جب ہم کہتے ہیں "حرف الباء کے معنی "اس کا معنی کیا ہے؟

حروف دو قسم کے ہیں (ہم تھوڑا سا رُکتے ہیں پانچ منٹ کے لیے وقفہ یعنی پھر واپس آتے ہیں کتاب میں، ذرا ایک بیک گراؤنڈ بتادوں میں کہ اصل میں ہم بات کیا کرنے جارہے ہیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ قرآن مجید عربی زبان میں کیوں ہے! دیکھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے لیکن اس کے پیچھے ایک راز ہے کہ ایسی جامع اور وسیع زبان آپ کبھی تصور کر ہی نہیں سکتے!

یعنی ایک حرف ہے حرف الباء تیرہ معنی نکلتے ہیں چودہ معنی نکلتے ہیں ایک حرف کے کبھی سوچا ہے؟!

یعنی ایک جملے میں ایک معنی ہے، دوسرے میں اور معنی ہے، تیسرے میں اور معنی ہے (ایک ہی حرف ہے معنی ایک سے زیادہ ہیں تیرہ کے قریب ہیں) انگلش کا کون سا لفظ آپ جانتے ہیں جس کے ایسے معنی ہوں ایک لفظ بتادیں مجھے ایک حرف دکھادیں؟! کوئی ہے کتنے ہوں گے؟اُردو کے دکھادیں کتنے ہوں گے؟

حرف دو قسم کے ہیں: حروف المبانی، وحروف المعانی (آسانی کے لیے مبانی، معانی)۔

1-مبانی: "الف، باء، تاء، ثاء" حرف اُبجدیۃ جو ہیں مبانی ہیں، یعنی یہ حرف ان کا کوئی معنی نہیں ہے اِن حروف سے کلمہ بنتا ہے لفظ بنتا ہے پھر اُس سے جملہ بنتا ہے۔ ہر زبان کے یہ الفابیٹ (Alphabet) جو ہوتے ہیں یہ وہی ہیں ان کو حروف المبانی کہتے ہیں۔

"مَبنَی": یعنی جس سے (بناء کسے کہتے ہیں؟ بلڈنگ کو کہتے ہیں (اسٹرکچر Structure)) کلمہ بنتا ہے لفظ بنتا ہے یہ وہ حروف ہیں، بے معنی ہیں لیکن یہ کلمے کے بنانے کے لیے لازمی ہیں، کلمہ جو لفظ ہے ان ہی سے بنتا ہے۔

2-دوسرے حروف المعانی: وہ حرف جو ذومعنی ہیں جن کے اندر معنی موجود ہے اور انہیں کہتے ہیں حروف الجَر۔ حروف الجَر حروف المعانی یا مبانی ہیں؟ معانی ہیں (ان کا معنی ہے)۔

اب حرف الباء "حرف الف، باء" دوسرا حرف ہے نا حروف اُبجدیۃ میں سے اور حروف مبانی میں سے، لیکن اگر یہ کلمے کے ساتھ آجائے پھر حرف جَر ہو جاتا ہے اور حرف المعانی میں سے ہے۔

جو حروف المعانی ہیں یہ حروف الجر ہیں جن میں سے اور بھی ہیں حروف الجر جو ہیں، ایک بنیادی معنی ہوتا ہے کم سے کم اور اس بنیادی یا اصلی معنی جو ہے اس کے ساتھ اور معانی بھی ہوتے ہیں۔

اب حرف الجر باء جو ہے (حرف الباء) اس کا جو بنیادی معنی ہے نا اساسی اور جو اصولی (اصلی) معنی ہے وہ ہے کہتے ہیں "الإلصاق والمصاحبة"۔

الإلصاق: الإلصاق کسے کہتے ہیں؟ اسٹک ہونا، چپکنا۔

مصاحبة بمعنی مع: ساتھ۔

باقی جو حروف ہیں: مِن، إلی، عن، علی، اور حرف الباء فرق نظر آتا ہے آپ کو دیکھنے میں؟ "سلمت علی محمد" وہ الگ ہے وہ سیپریٹ (Separate) ہوتا ہے۔ یہ چپکا ہوتا ہے کہ نہیں لفظ کے ساتھ حرف الباء؟ تو بنیادی معنی یہی ہے اس کا (سبحان اللہ) لکھنے میں بھی چپکا ہوا ہے لفظ کے ساتھ الگ نہیں ہے۔

"باللہ": "أقسم باللہ": حرف الباء قسم کے لیے ہے لیکن اگر اُقسم کا لفظ نہ ہو باللہ کہیں تب بھی قسم کے لیے ہے۔

"بسم اللہ" قسم ہے؟ اللہ کے نام کی قسم ہے معنی یہ ہے یا اِستعانہ کے لیے ہے؟ اللہ کی مدد سے۔ ہم کیا کہتے ہیں ترجمہ کیا ہے بسم اللہ کا؟ "شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے"۔ یعنی اللہ کے نام سے مدد طلب کرتا ہوں کہ نہیں؟ تو قسم کے لیے بھی ہے اور دوسرا معنی ابھی بتایا ہے؟ مدد طلب کرنے کے لیے بھی ہے۔ حرف ایک ہی استعمال ہوا کہ نہیں؟

اِلصاق کے لیے جو اصل معنی ہے چپکنا جو ہے وہ ہے۔

اس کے بعد "المصاحبة" (ساتھ) یہ بھی معنی ہے "بمعنی مع"۔

"بمعنی إلی" بھی آتا ہے اِلی کے حرف کی جگہ باء استعمال ہوتا ہے۔

علی کے معنی سے بھی آتا ہے "عَلَی"۔

مِن کے معنی سے بھی آتا ہے۔

کتنے ہو گئے؟ اصل معنی جو ہے: اِلصاق۔ دوسرا مصاحبہ۔ تیسرا قسم۔ چوتھا اِستعانہ (مدد طلب کرنا)۔ پانچواں اِلی۔ چھٹا عَلَی۔ ابھی بتایا ہے جو یہ اصل معنی ہے فِی ظرفیہ کے لیے (فِی کے لیے بھی آتا ہے)۔ نویں نمبر پر مِن (سے یعنی یہ بھی آتا

ہے)۔ اور پھر دسواں عَلَی "اِستعلاء" عَلَی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ گیارہواں نمبر "المعاوضة" (ایکسچینج Exchange)۔ میں نے یہ بوتل ریال کی لی ہے "بالریال" باء حرف جر ہے (بالریال کہتے ہیں نا)۔ اشتریت بکم بریال عام زبان میں بھی کہتے ہیں۔ یہ کیا ہے؟ معاوضہ۔ "العين بالعين" بدلہ، بدلے کے لیے، آنکھ سے آنکھ۔ حرف ایک ہے معنی کتنے ہیں؟ مختلف ہیں۔

اب ہم بات کر رہے ہیں کہ ﴿بِأَعْيُنِنَا﴾ حرف الباء کہتے ہیں ظرفیہ کے لیے ہے تو ظرفیہ کے لیے اگر نہیں ہے اگر یہ ہم سے پوچھیں جو اہل التعطیل ہیں اگر ظرفیہ کے لیے نہیں ہے پھر اس کا معنی کیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: "قلنا: نفسرها بالمصاحبة": یعنی جب ہم یہ کہتے ہیں "أنت بعين": یعنی جب آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ میری آنکھ میں ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ میری آنکھ جو ہے تمہیں دیکھتی ہے تمہاری حفاظت کرتی ہے، ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتے ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمارہے ہیں: "أصبر لحكم الله، فإنك محوط بعنايتنا وبرؤيتنا لك بالعين حتى لا ينالك أحد بسوء": یعنی حفاظت کے لیے جب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتا ہے ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾: اپنے ربّ کے حکم پر صبر کریں یقیناً آپ ہماری حفظ وامان میں ہیں آپ کی حفاظت کریں گے آپ کی خاص عنایت ہو گی اور کوئی بھی آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔

اور یہاں پر باء ظرفیہ کے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے اگر اس کو ظرفیہ کا معنی دے دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر ہیں تو یہ محال ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ خطاب ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں تھے؟ زمین پر تھے۔ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ظرف ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر ہیں تو اس کا مطلب قرآن مجید کی دلالت جھوٹ ہے کہ نہیں؟! کذب ہے کہ نہیں؟! تو قرآن مجید کی تکذیب بھی آتی ہے کہ نہیں آتی اس معنی سے؟! تکذیب بھی آتی ہے۔

اور یہ دوسری وجہ ہے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کی کہ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر رہیں، تو یہ دعویٰ آپ کا باطل اور بے بنیاد ہے۔

خلاصہ:

اہل التعطیل نے یہ کہا ہے یہ اعتراض کیا ہے اہل سنت والجماعت پر کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کو ثابت کرنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں یہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہو ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾، جب آپ یہ کہتے ہیں تو آپ پر یہ چیز لازم آجاتی ہے کہ تم تاویل سے کام لو جیسا کہ ہم لوگ تاویل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا انکار کر دیتے ہیں تو تم پر بھی لازم ہے کہ انکار تمہیں کرنا پڑے گا، اگر انکار نہیں کرتے تو ظاہر کو لے لو، اگر ظاہر کو لیتے ہو تو پھر کفر لازم آتا ہے اگر کفر سے بچتے ہو تو تاویل کرنی پڑتی ہے تاویل سے بچتے ہو پھر کفر لازم آتا ہے اب دیکھو تم کیسے پھنس گئے!

اصل کون پھنسا ہے؟ وہ خود پھنسے ہیں۔ کیسے؟ کیونکہ اصل میں آپ جب عقل کو آگے کر دیتے ہیں نا تو ٹھوکر لازم کھاتے ہیں یاد رکھیں۔

قرآن اور سنت سب سے بلند درجے پر ہے آپ کا نصب العین کیا ہونا چاہیے؟"قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"اس یقین کے ساتھ کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق اور سچ ہے اُس میں باطل معنی ناممکن ہے یہ اپنے دل میں بٹھادیں، کیونکہ اگر آپ کو کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے نا کہ اچھا یہ معنی سے یہ لازم آتا ہے وہ لازم آتا ہے پھر تو آپ گئے نا پھر آپ سنبھل نہیں سکتے کبھی یاد رکھیں! کیونکہ آپ نے معنی پر ہی شک کیا ہے شروع میں کہ اس معنی سے یہ بھی ہو سکتا ہے وہ بھی ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بھی لازم ہے وہ بھی لازم ہے!

بھئی ہماری حیثیت ہی کیا ہے ہم چھوٹی سی حقیر فقیر مخلوق ہیں ہم اور رسائی اللہ تعالیٰ کی ذات اسماء وصفات تک! (سبحان اللہ)۔

تو اس میں تناقض بھی نہیں ہے تو یہ تمہاری ایک سوچ ہے غلط فہمی ہے بدگمانی بھی ہے اور بدنیتی بھی اس میں شامل ہے، یہ سب ظلمات اس میں شامل ہیں کہ اگر جب ہم یہ کہتے ہیں ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو

آنکھیں ہیں اس آیت کو اس حدیث کے ساتھ جو صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال أعور ہے (کانا ہے) اور تمہارا ربّ أعور (کانا) نہیں ہے۔

اور یہ ثابت کیا تھا پچھلے درس میں کہ کانا سے مراد یہ ہے کانا وہ ہوتا ہے جس کی دونوں میں سے ایک آنکھ ہو دوسری آنکھ نہ ہو یا آنکھ خراب ہو ناکارہ ہو اُس کو کہتے ہیں کانا، اور یہ قرآن اور سنت کے الفاظ عربی زبان میں ہیں ذو معنی ہیں یہ کوئی ہوائی باتیں نہیں ہیں کوئی خیالی باتیں نہیں ہیں، جب کہتے ہیں کہ "أعور" تو پتہ ہے کہ دو میں سے ایک آنکھ اس کی نہیں ہے خراب ہے، عربی زبان کا یہ تقاضہ ہے۔

اور اس اعتبار سے جب ﴿بِأَعۡيُنِنَا﴾ جمع ہے اور اس میں (حدیث میں) تثنیہ ہے دو آنکھیں ثابت ہوتی ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ دو ہاتھوں کی بات کی تھی پچھلے درس میں (یا اُس سے پہلے درس میں) تو اس میں یہ ثابت کیا تھا کہ دو جو ہے (جمع جو ہے) تعظیم کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور أقل الجمع (دو) بھی ہے، تو یہاں پر آنکھوں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ جب "أَعۡيُنَنَا" جمع ہے تو کم سے کم جمع جو ہے وہ دو ہے، ایک قول کے مطابق علماء کے، اور دوسرا یہ ہے کہ جمع جو ہے وہ تعظیم کے لیے ہے جیسے کہتے ہیں "ہم"، یا "ہم لوگوں نے"۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ تمہارا دعویٰ باطل ہے اور اس سے ﴿بِأَعۡيُنِنَا﴾ میں جو حرف الباء ہے وہ ظرفیہ کے لیے نہیں ہے باء کے اور معنی بھی ہیں اور جو سب سے مناسب اور صحیح معنی ہے اس جگہ پر جو ہے وہ "مصاحبۃ" ہے: ساتھ، حفاظت کے لیے اور خاص عنایت کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کی دونوں آنکھوں کے ثبوت میں جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دوسری دلیل پیش کی ہے وہ ہے دوسری آیت، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَحَمَلۡنَٰهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلۡوَٰحٖ وَدُسُرٖ ۝١٣ تَجۡرِي بِأَعۡيُنِنَا جَزَآءٗ لِّمَن كَانَ كُفِرَ ۝١٤﴾ (القمر: 13-14)۔

شاہد کیا ہے یہاں پر؟ ﴿تَجۡرِي بِأَعۡيُنِنَا﴾ یہ شاہد ہے۔ کہ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَحَمَلۡنَٰهُ﴾: (اور ہم نے اٹھایا ہے)۔

کس چیز پر؟ ﴿عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾: (اُس چیز پر جو لکڑیوں سے اور میخوں سے بنی ہوئی ہے)۔ وہ کیا چیز ہے؟ کشتی ہے۔

﴿تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا﴾: کیسے چلتی ہے؟ ﴿تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا﴾: (ہماری آنکھوں میں چلتی ہے)۔

﴿جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾: (اس کی جزاء جس نے کفر کیا (﴿لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ یا ناشکری کی ہے))۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''﴿وَحَمَلْنٰهُ﴾: الضمير يعود على نوح عليه الصلاة والسلام''(ضمیر سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف واپس ہوتا ہے)، اور ﴿ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾: جو یہ سفینہ یا وہ کشتی ہے۔

((الواح جمع لوح ہے اور لوح کہتے ہیں لکڑی کے پھٹے کو یا لکڑی کے ٹکڑے کو جو بڑا ہوتا ہے اور ان لکڑیوں کے ٹکڑوں کو آپس میں ملایا جاتا ہے دُسُر سے))۔

دُسُر کے دو معنی علماء نے بیان کیے ہیں: (۱) ایک وہ رسیاں جن سے لکڑیوں کو آپس میں باندھا جاتا ہے مضبوط کرنے کے لیے۔(۲) اور دوسرا میخیں ہیں۔

اور سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام جب یہ کشتی بنا رہے تھے تو جو قوم والے کافر تھے مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ مذاق کیوں اُڑاتے تھے؟ اب صحرا میں یا کوئی خشکی میں جہاں پر پانی دور سے بھی نظر نہ آتا ہو کوئی سمندر نہیں ہے کوئی دریا نہیں ہے، کشتی بنائی جا رہی ہے (اتنی بڑی کشتی بنائی جا رہی ہے)۔ تو آزمائش تھی کہ نہیں؟ بڑی آزمائش ہے دیکھیں۔

اللہ تعالٰی کے پیارے نبی ہیں، اہل ایمان نے تو یقین کر لیا (آمنا وصدقنا یہ اہل ایمان کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے) اہل کفر نے کیا کیا؟ اُلٹا مذاق اُڑایا!

دیکھیں کیا کرتے ہیں: "اب اس کے ربّ نے اس کو حکم دیا ہے (نعوذ باللہ، وہ کہتے ہیں) کہ اب کشتی بناؤ کشتی کو یہاں پر چلانا ہے صحرا میں چلانا ہے یا خشکی پر کشتی چلتی ہے کیا؟!"۔

اور مزید گھمنڈ میں آ گئے مزید ضد میں آ گئے، پھر وہی جو تہمتیں لگاتے ہیں کہ مجنون ہے یا کاہن ہے۔ جب اہل ایمان کے ایمان دل میں اُتر آتا ہے اور گھر سے الگ ہو جاتے ہیں گھر سے نکال دیا جاتا ہے کہتے ہیں "دیکھیں اس نے جادو کیا ہے اور اس کا اثر اس پر ہو گیا ہے اس نے بہکا دیا ہے" (نعوذ باللہ)۔

اگر کوئی غیب کی خبر دیں وحی کے ذریعے سے، کہتے ہیں: "یہ کاہن ہے کہانت کرتا ہے، اب تو جھوٹ بھی بولنا شروع کر دیا ہے کہ طوفان نے آنا ہے یہاں تو دیکھو (نعوذ باللہ) خشکی پر جو ہے وہ کشتی بنا رہا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے دوسری آیت میں: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ (ھود: 37)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص نگہبانی ہے خاص حفاظت ہے کہ خاص تعلیمات دی گئیں سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کو کہ کشتی بنانی کیسے ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ زیر نگرانی یہ کشتی بنی ہے۔

﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾: دو چیزیں ہیں ﴿بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کا جو وصف ہے وہ دو لفظوں میں فرمایا ہے ﴿ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ﴾: اور جو شاہد ہے اس میں ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا﴾ جیسے میں نے بیان کیا ہے، اور "أَعْيُنِنَا" سے مراد دو آنکھیں ہیں جیسے پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہاں پر بھی ﴿بِأَعْيُنِنَا﴾ حرف الباء کا معنی کیا ہے؟ مصاحبة کے لیے (ساتھ) کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں میں، یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور خاص حفاظت ہے۔

چلتی تو پانی میں ہے کشتی پانی پر چلی تھی نا ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا﴾: اصل میں ﴿تَجْرِي﴾ پانی کے اندر ہے حقیقتاً لیکن اتنی خاص عنایت اور حفاظت ہے کیونکہ ہر چیز تباہ ہو گئی، اتنی خاص اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور عنایت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملے سے بیان فرمایا ہے ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا﴾: ایک تو خاص اور خاص کی خاص حفاظت یعنی مزید تخصیص اور مزید عنایت کے معنی اس سے ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ربّ سے دعا کی: ﴿أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (اے میرے ربّ! میں مغلوب ہوں میری مدد فرما) (القمر: 10)۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں کیا فرمایا ہے؟ ﴿فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝١١ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢﴾ (القمر: 11-12) (سبحان اللہ)۔

﴿فَفَتَحۡنَآ أَبۡوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ﴾ آسمان کے دروازے: ایک تو بارش ہوتی ہے نا دیکھی ہے آبشار کیسے گرتی ہے دیکھا ہے کسی نے؟ کتنی قوت اور شدت کے ساتھ یعنی اگر کوئی منظر دیکھے نا زمین پر لگتا تو خوبصورت ہے قریب سے آپ دہل جائیں گے ڈر جائیں گے اتنی شدت سے پانی گرتا ہے! دور سے دیکھنے میں بڑا خوبصورت نظر آتا ہے۔ جب آسمان کے دروازے کھلے تو پانی ایسے بہہ رہا تھا آسمان سے، اور زمین کے اندر سے چشمے پھوٹ پڑے (آسمان سے پانی زمین سے بھی پانی) اور یہ پانی آسمان اور زمین کے دونوں ملے ایک مقرر محدود جگہ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں تک، یعنی پہاڑ بھی ڈوب گئے اتنا شدید قسم کا اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا (نعوذ باللہ)۔

اس لیے خاص عنایت کی ضرورت ہے کہ نہیں ایسے وقت میں؟ جب پانی عذاب بن کر آیا ہو اور تمام اس جگہ کے جو لوگ تھے جہاں کوئی درند پرند وہ بھی نہ بچے، پہاڑ بھی ڈوب گئے تو خاص عنایت کی ضرورت تھی اس لیے جملہ بھی خاص ہے ﴿تَجۡرِي بِأَعۡيُنِنَا﴾۔ مناسب ہے کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں نہیں فرمایا "وحملناه على السفينة" کشتی کا لفظ کیوں نہیں ہے ﴿أَلۡوَٰحٖ وَدُسُرٖ﴾ کیوں فرمایا ہے؟ کہتے ہیں تین وجوہات ہیں اس کی:

1- کہ قرآن مجید کی جو آیتیں ہیں سورۃ القمر میں ان کے آخر کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ آخر میں حرف "ر" آ رہا ہے۔

2- دوسرا جو ہے تاکہ لوگوں کو تعلیم ہو اور سیکھیں کہ کشتی بنائی کیسے جاتی ہے کس چیز سے بنتی ہے، لکڑیاں ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ میخیں ہوتی ہیں اُن کو آپس میں باندھا جاتا ہے۔

3- اشارہ ہے اس کی قوت اور طاقت کی طرف کہ اتنی بڑی طاقتور اور شدید قسم کی بڑی کشتی ہے، اور ﴿أَلۡوَٰحٖ وَدُسُرٖ﴾ نکرہ ہے، نکرہ تعظیم کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

ایک چوتھا معنی بعض علماء بیان کرتے ہیں وجہ ہے کہ دیکھنے میں تو ایک عام سی لکڑیاں اور میخیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور حفاظت نہ ہوتی کیا بچنا ممکن تھا؟

سادہ سی لکڑیاں اور میخیں ہیں اور ہر کشتی بنتی ایسے ہے تقریباً کیا خیال ہے؟ عام سمپل (Simple) جو کشتی ہوتی ہے ایسے بنتی ہے نا۔ جتنی سمپل (Simple) ہوتی ہے اتنا ڈوبنے کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے کہ نہیں؟

تو اصل بات یہ ہے کہ کشتی کی جو اصل طاقت تھی وہ اُس کی لکڑی میں نہیں تھی یا میخوں میں تھی اُس کی اصل طاقت کہاں سے آئی؟ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے اور خاص حفاظت سے۔

تو الفاظ دیکھیں (سبحان اللہ) یعنی سارے کے سارے الفاظ کس طرف جاتے ہیں؟ خاص عنایت، خاص حفاظت یہی معنی ہوتا ہے نا (سبحان اللہ)۔

اور وصف پر زیادہ زور دیا گیا ہے موصوف کو چھوڑ کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ﴾ (سبأ:11)۔

یعنی جب زرہیں بنتی ہیں رنگز ہوتی ہیں چھوٹی چھوٹی آپس میں ملاتے ہیں تو زرہ بن جاتی ہے پروٹیکشن (Protection) کے لیے جب جنگ میں تلوار کا یا تیر کا وار ہوتا ہے تو زرہ جو ہوتی ہے لوہے کی بنی ہوئی رنگ سے وہ اس کو روک دیتی ہے جسم پر کٹ نہیں لگتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ ڈھال بنائیں ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا لیکن فرمایا ہے ﴿اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ﴾، سیدنا داود علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا ﴿اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ﴾ یعنی مکمل ہو (آپ رنگز جب چھوٹی چھوٹی آپس میں ملاتے ہیں بالکل ساتھ ملی ہوں گیپ (Gap) نہ ہو)۔

اس سے دو فائدے ہوتے ہیں کیا فائدہ ملتا ہے؟ اگر یہ فرمایا ہوتا کہ ڈھال بنا دیں یہ زیادہ بہتر ہے یا یہ زیادہ بہتر ہے کہ جو رنگز ہیں چھوٹی چھوٹی جو ہیں ﴿اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ﴾ مکمل طریقے سے اور کہیں پر کوئی گیپ (Gap) بھی نہ ہو زیادہ معنی کس جملے میں ہے پہلے میں یا دوسرے میں؟ دوسرے میں۔

دوسرے میں کیا زیادہ معنی ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ بنتا کیسے ہے کیونکہ دور سے دیکھیں تو پتہ نہیں کیا بنی ہوئی چیز ہے اگر غور سے قریب سے دیکھیں تو رنگز ہیں چھوٹی چھوٹی اور اُن کو ملایا گیا ہے، اور ایسے ملایا گیا ہے کہ بالکل جوڑ جوڑ کر کوئی گیپ (Gap) بیچ میں نہیں ہے کوئی خلا نہیں ہے ﴿سٰبِغٰتٍ﴾، تاکہ زیادہ مضبوط ہو اور پروٹیکشن (Protection) کے لیے بھی فائدے مند ہو۔

اوراس آیت میں بھی ﴿تَجۡرِيۡ بِاَعۡيُنِنَا﴾ ہم وہی کہیں گے جو ﴿فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا﴾ سورۃ الطور آیت نمبر 48 کے تعلق سے کہا تھا (شیخ صاحب فرماتے ہیں)۔

اگر اہل التعطیل کا معنی لے لیں کہ ﴿فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا﴾ ظرفیہ کے ہے تو پھر ﴿تَجۡرِيۡ بِاَعۡيُنِنَا﴾ سے کیا مراد ہے کیا کشتی بھی اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے اندر (نعوذ باللہ) چل رہی تھی؟! کشتی تو زمین پر چل رہی تھی سب کو پتہ ہے طوفان میں اُس پانی میں جو عذاب بن کر آیا تھا (نعوذ باللہ) اہل کفر کے لیے۔

لیکن عبارت قرآن مجید کی کیا ہے پانی پر چل رہی تھی یا اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے اندر؟ ﴿بِاَعۡيُنِنَا﴾، تو حرف الباء یہاں پر ظرفیہ کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔

تو حرف الباء مصاحبۃ کے لیے ہے خاص عنایت اور حفاظت کے لیے، معیت کا معنی یا مصاحبۃ کا معنی ہوتا ہے۔

تیسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت صفات الکمال میں سے دو آنکھوں کی صفت کو ثابت کرنے کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سورۃ طٰہ کی آیت نمبر 39 کو بطور دلیل بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّيۡ ۚ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِيۡ﴾ (طٰہ: 39)۔

یہاں پر خطاب ہے سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّيۡ﴾: اور مفسرین نے (شیخ صاحب (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) فرماتے ہیں) اس جملے کی تفسیر میں مختلف یعنی اقوال ہیں اختلاف ہے:

1- بعض نے کہا ﴿وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّيۡ﴾: یعنی آپ میرے محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اپنے پیارے نبی سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس سے ثابت ہوتی ہے۔

2- اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے: ﴿وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّيۡ﴾: یعنی میں نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کر دی ہے کہ لوگ آپ سے محبت کریں گے اور یہ القاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (یعنی جو بھی آپ کو دیکھے گا وہ آپ سے محبت کرے گا) اور اس کا یہ شاہد ہے قرآن مجید میں سورۃ القصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے امرأۃ فرعون کے

تعلق سے (فرعون کی بیوی کے تعلق سے) کہ دیکھتے ہی پیارا بچہ لگ گیا اور محبت کی بچے سے اتنا پیارا بچہ تھا اور یہ کہا: ﴿لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ (اسے قتل نہ کرو یہ ہمارے لیے نفع بخش ہو سکتا ہے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے) (القصص:9)، دیکھتے ہی محبت ہو گئی۔

ایک چیز بیچ میں یاد آگئی کہ قرآن مجید میں بیوی جو ہے اس کو تین الفاظوں سے بیان کیا ہے: (۱) ایک ہے امرأۃ۔ (۲) دوسرا ہے زوجہ۔ (۳) تیسرا ہے صاحبۃ۔ ایسا ہے کہ نہیں؟

(۱) امرأۃ (عورت)۔ (۲) زوجۃ (اسپاؤس Spouse: بیوی)۔ مزے کی بات ہے کہ اردو میں ایک ہی لفظ ہے کیا ہے؟ بیوی ہے۔ (۳) تیسرا صاحبۃ۔

امرأۃ کب استعمال ہوا لفظ؟ زوجۃ کب ہوا؟ اور صاحبۃ کب ہوا نوٹ کر لیں:

1- کافر کے ساتھ امرأۃ ہے، امرأۃ فرعون خود مومن ہے فرعون کافر ہے۔

2- دوسری مثال: ﴿وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ (المسد:4)، ابو لہب کی، دونوں کافر تھے (یہاں پر دونوں کافر ہیں اس لیے)۔

3- ﴿امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ﴾ (التحریم:10)، قرآن مجید میں امرأت کا لفظ ہے، خاوند مومن ہے نبی ہے اور بیوی کافر ہے۔

یہ تو بتا رہے ہیں کہاں پر بیان ہوا ہے واجب یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ یہ الفاظ ایسے کیوں بیان ہوئے ہیں؟

4- صاحبۃ بتا دیتا ہوں صاحبہ کہاں بیان ہوا ہے؟ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝٣٦﴾ (عبس:34-36)، یہاں پر صاحبۃ ہے، زوجۃ نہیں فرمایا امرأۃ نہیں فرمایا۔ ہے نا؟

5- زوجہ کہاں پر ہے اکثر قرآن مجید میں؟ ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾ (الفرقان:74)، یہاں پر زوجہ ہے۔

﴿وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (النساء:1)، یہاں پر زوجۃ ہے یہاں پر صاحبۃ نہیں ہے امرأۃ نہیں ہے۔

تو قرآن مجید میں اتنے طریقے کے الفاظ موجود ہیں، ترجمہ اردو میں ایک ہے بیوی ہے، انگلش میں وائف (Wife) ہے، اسپاؤس (Spouse) بھی کہتے ہیں۔

واجب کیا ہے کہ فرق کیا ہے کہ کب یہ بیان ہوا ہے یہ لفظ اور کب یہ بیان ہوا ہے؟

حرف الباء میں ایک چیز رہ گئی ہے (یہ واجب بھی لے لیں آپ) حرف الباء میں ہم جب دیکھتے ہیں قرآن مجید میں ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (الاسراء:23)، کہیں پر ایک جگہ پر بھی "إلى الوالدين إحسانا" نہیں ہے۔ کہیں پر ہے إلى الوالدين إحسانا؟ حرف الباء ہے ہمیشہ ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾۔

اور یہ بتایا تھا کہ حرف الباء إلى کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ نہیں؟ ابھی بتایا ہے تیرہ چودہ معنی میں سے کہ إلى بھی ہے، اور یہاں پر إلى ہے، یعنی: "إلى الوالدين إحسانا"۔ تو ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ﴾ کی جگہ "إلى" ایک مرتبہ بھی کیوں نہیں ہے؟

واپس آتے ہیں: اور آیت کی تفسیر میں یہ دونوں معنی علماء نے بیان کیے ہیں ﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾: یعنی اللہ تعالیٰ خود محبت کرتا ہے سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے، اور دوسری تفسیر یہ بھی ہے بعض مفسرین کی کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت کو ڈال دیا ہے اور لوگ محبت کرتے ہیں جیسا کہ فرعون کی بیوی نے امرأۃ فرعون نے دیکھتے ہی محبت کی اور اپنا بیٹا بنا لیا۔

اور دونوں معنی بھی ممکن ہیں یا نہیں ایک ساتھ کہ اللہ تعالیٰ خود بھی محبت کرتا ہو اپنے پیارے نبی سے اور لوگوں کے دلوں میں محبت بھی ڈال دی ہو؟ دونوں معنی بھی ثابت ہوتے ہیں کہ نہیں؟ دونوں بھی ممکن ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی آیت کا معنی ایک سے زیادہ محتمل ہو اور ان میں کوئی بھی آپس میں کوئی منافات نہ ہو کوئی نفی نہ ہو دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا جا سکے تو پھر دونوں معنی ہی لیے جاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کی محبت بھی لوگوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ: ''أحبه الله وحببه إلى خلقه''(اللہ تعالیٰ نے محبت کی ہے اور مخلوق کے بھی یعنی دلوں میں محبت ڈال دی ہے)۔﴿وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيٓ﴾: یہ شاہد ہے۔

صنع کا معنیٰ کیا ہے؟''جعل الشيء على صفة معينة''(کسی چیز کو خاص صفت معینہ پر بنا دینا اسے صناعت کہتے ہیں یا صنع کہتے ہیں، جیسا کہ آپ لوہے سے برتن بنا لیتے ہیں(دیگچی بنا لیتے ہیں)، یا لکڑی سے دروازے بنا دیتے ہیں۔ تو ہر چیز کی جو صناعت ہے اس اعتبار سے جیسے اسے بنایا جاتا ہے۔

''فصناعة البيت: بناء البيت'':اور''وصناعة الحديد'':لوہا جو ہے آپ اس سے برتن وغیرہ اور محرکات وغیرہ بناتے ہیں۔

''صنع الآدمي'':انسان کی صناعت ممکن ہے یا اس سے کیا مراد ہوتی ہے؟ کہ اس کی جسمانی اور عقلی تربیت کرنا، جسم کی تربیت غذا سے ہوتی ہے اور عقل کی تربیت آداب اور اخلاق سے ہوتی ہے۔

اور سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق سے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيٓ﴾:صناعت کا لفظ ہ،اور پھر ﴿عَلَىٰ عَيْنِيٓ﴾ کا لفظ ہے کہ خاص عنایت ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے پیارے نبی سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر کہ جب آل فرعون نے لے لیا اللہ تعالیٰ نے خاص حفاظت کی ہے اور قتل کرنے سے بھی روکا ہے جبکہ بنی اسرائیل کے سارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے(جو بھی نومولود بیٹا ہوتا نرینہ اولاد کو قتل کر دیتے تھے)، تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا یہ فیصلہ تھا کہ جس کی وجہ سے بیٹوں کو قتل کیا جا رہا ہے بنی اسرائیل کے اب وہی بچہ وہی بیٹا جو ہے وہ فرعون کے گھر میں جا کر پلے گا۔ چیلنج دیکھا ہے آپ نے؟!

یعنی اصل قصہ کہانی کا ہے آپ یہ دیکھیں کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ نکلی ہے اور اس کے محل کو جلا دیا ہے،اور بادشاہوں کے اس زمانے میں کاہن جادوگر ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور ان ہی بنیاد پر وہ کہانت کر کر کے کہ کہاں جنگ کرنی ہے نہیں کرنی ہے کاہن سے جادوگر سے پتہ کر کے پھر آگے بڑھتے تھے یا رُک جاتے تھے یہ ان کا طریقہ کار تھا۔ تو کاہن سے پوچھا تو اس نے اس کی تعبیر یہ بتائی: "کہ بنی اسرائیل میں سے ایک ایسا جوان نکلے گا جس کے ہاتھوں آپ کی ہلاکت ہوگی اور آپ کا ملک بھی ختم ہو جائے گا"۔اب ہونا کیا چاہیے تھا؟ کہ توبہ کر لیتا۔

دیکھیں بعض اوقات خواب میں ہنٹ (Hint) ہوتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر میں کئی لوگوں کی زندگیاں بدلی ہیں سیدھے ہوئے ہیں بڑی مصیبتوں سے بچ گئے ہیں (سبحان اللہ)۔

تواس مصیبت سے بچ سکتا تھا اب ملک بھی بچ سکتا تھا اس کا۔ کرنا کیا تھا؟ بنی اسرائیل پر جو عذاب اور ظلم وستم تھا اس سے رُک جاتا اور اُن کو آزاد کر دیتا، بات ہی ختم تھی! لیکن گھمنڈ میں آگیا اور اس نے یہ کہا کہ وہ بچہ پیدا ہوا کہ ابھی نہیں ہوا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ابھی آگ نکلے گی (یعنی بچہ ابھی پیدا نہیں ہوا)۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے کل سے جو بھی نرینہ اولاد پیدا ہو جائے بنی اسرائیل میں سے قتل کر دو اسے۔ جاسوس چھوڑ دیئے اپنے گلی کوچوں میں محلوں میں جو بھی حاملہ عورت تھی نام درج کر دیا جس کا حمل ٹھہرتا تھا۔ اب عورت حمل کہاں چھپا سکتی ہے؟! (سبحان اللہ)۔

پتہ چل جاتا تھا آکر دیکھتے تھے جب وضع کے وقت (ڈلیوری کے وقت آکر دیکھتے تھے) اُس کے فوجی بیٹی ہوتی تھی (لڑکی) چھوڑ دیتے تھے اور اگر بیٹا ہوتا تو قتل کر دیتے تھے! (سبحان اللہ)۔

اب جس بچے کی وجہ سے فرعون نے قتل وغارت شروع کی ہے وہ بچہ کہاں پل رہا ہے اس سے بڑا چیلنج دیکھا ہے کوئی؟! (سبحان اللہ)۔ اس نے کہا: ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ (النازعات:24) دعویٰ کتنا بڑا اور اتنا بڑا کمزور کہ جس کی وجہ سے یہ ظلم وستم ہے قتل وغارت ہے!

دیکھیں چھوٹے بچے کو دیکھ کر دل کرتا ہے کہ سینے سے لگاؤ اور پیار کرو ایسا ہوتا ہے نا؟! کتنے کیوٹ (Cute) پیارے ہوتے ہیں! اور اِن لوگوں کے دل دیکھیں پتھر پتہ نہیں کس چیز سے بنے دل ہیں کہ نومولود بچے کو اٹھا کر سر قلم کر دو اس کا ماں کے سامنے گھر والوں کے سامنے! (إنا لله وإنا إليه راجعون)۔

الغرض، تو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جس کی وجہ سے بچوں کو قتل کیا جا رہا ہے وہی بچہ آل فرعون اسے خود پالیں گے وہیں پر جا کر پلے گا وہیں پر بڑا ہو گا، عنایت حفاظت اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اس سے بڑی کوئی حفاظت دیکھی ہے آپ نے؟!

﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا﴾ کو دیکھیں ذرا سامنے اور یہاں پر دیکھیں خاص عنایت اور خاص حفاظت کہ سب سے بڑا دشمن جو اس بچے کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اس کو دور کر دیا کہ کہیں اس کو ملک سے باہر مصر سے باہر نکال دیا جائے، نہیں نہیں! تمہارے گھر میں ہی پلے گا۔

یہی بچنے کا ذریعہ تھا کہ بھئی بچے کو یہاں سے نکال دیتے کوئی قافلہ آتا بچے کو لے جاتا پھر واپس آکر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آکر بنی اسرائیل کو آزاد کر کے لے جاتے جیسا کہ قصہ کہانی ہے، لیکن یہ چیلنج دیکھیں کہ جس کی وجہ سے بچے کو قتل کیا جارہا ہے وہی بچہ جو ہے فرعون کے گھر میں پل رہا ہے اور بیٹا بن کر پل رہا ہے (سبحان اللہ)۔

(یعنی لوگوں کی آنکھوں میں تو بیٹے کی طرح ہے نا(سبحان اللہ))۔

عظیم قدرت ہے اللہ تعالیٰ کی !(سبحان اللہ)،اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تربیت ہے ﴿وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ﴾: صناعت دیکھیں انسان کی صناعت کیسے ہوتی ہے ؟ جسم کی اور روح کی، اخلاق کی، آداب کی سب خاص تربیت ہے خاص عنایت ہے۔

پھر دیکھیں: اب بچہ تو گھر میں آگیا اور دودھ پینا ہے دودھ کہاں سے پیے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ﴾ (القصص:12): اس سے پہلے کہ بچہ فرعون کے گھر میں پہنچے ﴿حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ﴾ بچے پر دودھ پینا حرام کر دیا ہے کہ کسی اور عورت کا دودھ بچہ پیے گا ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا: ﴿اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ﴾ (واپس لے آئیں گے)(القصص:7)۔

دیکھیں ایک ماں !یعنی کتنا مشکل ترین وقت ہوتا ہے ایک ماں کے لیے جب اس کا بچہ اس سے بچھڑ کر جاتا ہے!

اس سے مشکل وقت کیا ہے؟ جب اپنے ہاتھوں سے بچے کو ایک ٹوکری میں ڈال کر اور دریا میں بہتے ہوئے پانی میں آپ بچے کو ڈال دیں (سبحان اللہ)۔

اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی اور اللہ تعالیٰ نے دل کو باندھا ہے ہمت دی ہے کہ اس بچے کو اس پانی میں ڈال دو: ﴿اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ (القصص:7)۔ دو خوشخبریاں ہیں: (۱) ایک تو واپس ہم لے کر آئیں گے تمہارے پاس ﴿رَآدُّوۡهُ﴾ یعنی: ''نحن إليك''۔ (۲) اور رسول بن کر واپس بچہ آئے گا (سبحان اللہ)، اور رسول بھی بنائیں گے اسے۔

﴿وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ﴾ دودھ حرام ہو گیا کیا؟ حرام کا لفظ حرام ہوتا ہے نا کیا بچے پر بھی حرام حلال ہوتا ہے؟ بچہ تو غیر مکلف ہے نا تو پھر حرام کیسے ہو گیا دودھ پینا؟ پھر حرّمنا کا لفظ کیوں ہے روکنے کا لفظ ہے تو کوئی بھی ہوتا؟

منعنا: منع تھا۔

منع میں اور حرام میں فرق ہے؟

منع میں کرنے کا ہوتا بھی ہے بندہ کر بھی سکتا ہے۔ جب کوئی منع کسی کو کرتا ہے کہ منع ہے اور حرام ہے منع میں کوئی اِدھر اُدھر کا راستہ نکل سکتا ہے کہ نہیں؟ نکلا سکتا ہے۔ حرام میں ممکن نہیں ہے بات ہی ختم ہے۔

دوسری بات، تحریم کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک ہے شرعی۔ (۲) ایک ہے کونی اور قدری۔

جو شرعی ہے وہ مکلف کے لیے ہے "حرام اور حلال": حرام ہے یعنی شرعاً اُس پر حرام ہے۔

اور دوسرا جو ہے کہ مقدر میں حرام ہے کونی قدری جو ہے، کوناً حرام ہے، یعنی بچہ دودھ پی ہی نہیں سکتا بات ہی ختم ہے! کس کا دودھ پیے گا؟ بچہ زندہ کیسے رہے گا دودھ تو پینا ہے! اپنی ماں کا ہی پیے گا۔ یعنی زیادہ وقت نہیں گزرا کہ بیٹا شام سے پہلے ماں کے گھر میں تھا۔ وہ کیسے پھر؟ جیسا کہ سورۃ القصص میں آیا ہے کہ ماں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ دیکھو یہ ٹوکری جو ہے جاتی کہاں پر ہے پھر مجھے بتاؤ کہاں پر ہے۔ پتہ چلا فرعون کے گھر ہے وہ تو اور پریشان ہو گئی! دیکھیں (سبحان اللہ)۔

اب بچہ رو رہا ہے اس لیے جب فرعون کی بیوی نے بچے کو دیکھا تو بڑا پیارا بچہ تھا دیکھیں الفاظ دیکھیں: ﴿قُرَّةُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ﴾ (یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) (القصص:9)۔ جواب میں فرعون نے کیا کہا؟ تمہاری ہے میری نہیں ہے۔

علماء کیا کہتے ہیں؟ کہہ دیتا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کفر پر کبھی نہ مرتا (اگر کہہ دیتا کہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہی دیتا اس کے لیے)۔

لیکن گھمنڈ دیکھیں (سبحان اللہ) کہ تمہارا ہے میرا نہیں ہے 1

جب بچہ رو رہا ہے کوئی دودھ پیتا نہیں ہے تو فرعون تنگ آ گیا کہتا ہے: "دودھ پلانے والی کو دیکھو"۔ لے کر آئے ایک کو ، دوسری کو دسویں کو بچہ بالکل منہ نہ لگائے پیے نہ! تو اس کی جو بہن تھی (سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی) اس نے دیکھا کہ پریشان ہے اس نے کہا میں تمہیں بتاتی ہوں ایک ایسا گھر ہے جو بچہ دودھ اس گھر سے جا کر پی سکتا ہے۔ تو فرعون نے کہا "بلاؤ"۔ کہتی ہے وہ آتی نہیں ہے کسی کے گھر جاتی نہیں ہے وہ تو بچے کو اُدھر لے کر جانا پڑے گا (دیکھیں

عزت دیکھیں شرف دیکھیں (سبحان اللہ))۔ فرعون تنگ آیا کہتا ہے "اچھا اس کو لے کر جاؤ"، جوں ہی بچہ اپنی ماں نے سینے سے لگایا بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا (سبحان اللہ)۔

بچہ دودھ اپنی ماں کا پیتا تھا اور دن میں کتنی مرتبہ بچہ جو ہے اس کو بھوک لگتی ہے؟ بار بار۔ تو زیادہ تر وقت ماں کے ساتھ ہے، شام کو جو ہے وہ واپس آجاتا تھا۔ آہستہ آہستہ بچہ بڑھتا گیا اور اکثر وقت اپنی ماں کے ساتھ گزارا اس نے لیکن زندگی کیسی تھی؟ بادشاہوں والی زندگی (سبحان اللہ)۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ (ہم نے اس کو ماں کی طرف واپس کر دیا) (القصص:13)۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا ﴿رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ﴾ (القصص:7) بچہ واپس آگیا۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ ہیں سورۃ القصص کے آیت نمبر 7 میں:

﴿فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ﴾: (جب آپ کو ڈر ہو اس بچے (یعنی سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام) پر ﴿فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ﴾) ﴿وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ﴾ (اور تمہیں کوئی خوف یا پریشانی نہیں ہونی چاہیے (نہ ڈرنا نہ پریشان ہونا))۔ کیوں؟ ﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ﴾ (یقیناً ہم واپس لوٹا دیں گے تمہیں) ﴿وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (اور رسول بنائیں گے) (القصص:7)۔

اور یہ دیکھیں کتنا ایمان تھا اُس عظیم عورت کا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اُس نے اپنے پیارے بچے کو تابوت میں رکھا (ٹوکری میں رکھا) اور اسے پانی میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ﴾ شاہد یہ ہے: "عَینِي" (مفرد ہے)، "أعیُنِنا" (جمع ہے)، "عَینَینِ" (دو ہیں): یہاں پر مفرد ہے۔

اور دو کیسے ثابت ہوتا ہے ﴿عَیْنِیْ﴾ سے ﴿عَیْنِیْ﴾ ایک ہے نا؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں تو عَین تو ایک ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ایک آنکھ مانو تو پھر دو کیوں کہتے ہو؟ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے ایک ہے یا دو آنکھیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ یہاں پر تو ایک ہے جواب کیا ہے؟

﴿عَيۡنِيٓ﴾ مفرد مضاف ہے، عین مضاف "ي" مضاف الیہ ہے نا۔ مفرد مضاف کس لیے ہوتا ہے؟ عموم کے لیے۔ یعنی جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی آنکھیں سب اس میں ثابت ہیں۔ اور کتنی ثابت ہیں؟ دو۔

اور تثنیہ اور جمع کا پہلے بھی بیان کر چکے ہیں "أقل الجمع اثنين" (دو ہیں)، اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

یا اگر "أقل الجمع ثلاثة" والے جو ہیں جو کہتے ہیں کہ کم سے کم جمع تین سے ہوتا ہے دو سے نہیں ہوتا تو اُن کے لیے جواب یہ ہے کہ جمع جو ہے وہ کس لیے ہوتا ہے؟ تعظیم کے لیے۔

اور اہل تعطیل نے، اہل التحریف نے "عین" جو اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے ان کی تفسیر جو ہے یا معنی جو ہے صرف دیکھنے سے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے لیکن آنکھ کو ثابت نہیں کرتے آنکھ کا انکار کر دیتے ہیں کہ کیونکہ آنکھ جسم کا حصہ ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی آنکھ کو ثابت کرتے ہیں تو پھر حصہ اور جسم کو ثابت کرنا پڑے گا اور یہ ممتنع ہے تو اس لیے جائز نہیں ہے، اور آنکھ کا لفظ اس لیے بیان کیا ہے تاکید کے لیے (دیکھنے کی تاکید کے لیے بیان کیا ہے) جیسا کہ یعنی ہم دیکھتے ہیں اور آنکھیں بھی ہیں لیکن معنی یہ نہیں ہے، آنکھ نہیں ہے لیکن دیکھنا اللہ تعالیٰ کا ثابت ہے۔

اور پہلے بھی بیان کر چکا ہوں یہ جو لوگ کہتے ہیں نا کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو ثابت کرتے ہیں اہل تعطیل، حقیقتاً یہ ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ عقل کو آگے کر کے ثابت کرتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت قرآن و سنت کو آگے کر کے ثابت کرتے ہیں۔ تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس لیے اُن کو پھر یہ کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے بغیر سننے کے، دیکھتا ہے بغیر دیکھنے کے۔ صرف آنکھ کی نفی نہیں کی بلکہ اصل دیکھنے کی بھی نفی کی ہے (سبحان اللہ)، اصل سننے کی بھی نفی کی ہے۔ اب یہ معمہ وہ خود ہی حل کریں کیسے ممکن ہے کہ دیکھتا ہے بغیر دیکھنے کے، سنتا ہے بغیر سننے کے، عالم ہے بغیر علم کے؟!

عربی زبان میں اور ہر زبان میں آپ دیکھیں سنتا وہ ہے جو سُن سکتا ہے نا، دیکھتا وہ ہے جو دیکھ سکتا ہے، عالم وہ ہے جو صاحب علم ہے۔ ایسے ہوتا ہے نا؟! یہ کیسے ہے کہ عالم بھی ہے لیکن بغیر علم کے؟!

تو یہ معمہ اُن لوگوں نے خود بیان کیا ہے اور خود اس میں پھنس گئے ہیں!

الغرض، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں): تمہاری یہ بات غلط ہے "أعيُنِنا" یا" بعينى" یا " علي عيني" سے مراد جو ہے صرف دیکھنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں بھی ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور تمہارا یہ جو قول ہے یہ غلط ہے جو تم کہتے ہو کہ صرف دیکھنا ثابت ہوتا ہے آنکھ ثابت نہیں ہوتی:

1-پہلی وجہ ہے کہ: "مخالف لظاهر اللفظ": ظاہر لفظ کے مخالف ہے جب عَین ہے تو رؤیۃ نہیں ہے، عربی میں رؤیۃ کا لفظ بھی ہے، عین کا لفظ بھی الگ ہے۔ تو اگر صرف دیکھنا ثابت کرنا ہوتا تو رؤیۃ کا لفظ ہوتا عین کا لفظ کیوں ہوتا؟! تو "مخالف لظاهر اللفظ" ہے۔

2-اور دوسرا جو ہے: "مخالف لإجماع السلف": سلف کے اجماع کے بھی یہ معنی مخالف ہے جو تم لیتے ہو۔

3-اور تیسرا یہ کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنکھ سے مراد صرف دیکھنا ہی ہے، بلکہ آنکھ سے مراد پہلے آنکھ ہے پھر دیکھنا ہے۔ یہ تو لازم آتا ہے لیکن یہ کہاں دلیل ہے (اس بات کی دلیل کہاں ہے) کہ آنکھ سے مراد دیکھنا نا کہ آنکھ ہے؟! کوئی دلیل ہے اس بات کی؟

4-اور چوتھی بات یہ ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف دیکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے لیے آنکھ کو ثابت کر دے تو اس سے لازم یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آنکھ سے دیکھتا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہے، اور اس آیت میں یہ دلیل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ جو ہے وہ حقیقی آنکھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ اللہ تعالیٰ کی دو پیاری صفات الکمال میں سے السمع البصر پر بات کریں گے۔((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (43.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔